www.KitaboSunnat.com

PDF Split DEMO : Purchase from www.A-PDF.com to remove the waterma

کے اعجاز بیان کی محیر العقول نزاکتوں اور لطافتوں کے انوار سے اپنے قلب و ذہن کو منور کرنے کے متمنی ہوں ان کے لیے یہ کتاب ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی صاحب اپنے اس علمی شاہکار پر اہلِ اسلام کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(۶)

تبصرہ نگار طالب ہاشمی

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی پاکستان کے دینی اور علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اب تک مختلف علمی موضوعات پر ان کی متعدد بلند پایہ تالیفات اہلِ علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان کے قلم نے جہاں دورِ حاضر کے کئی فتنوں کا بھرپور تعاقب کیا ہے وہاں بہت سے دینی، معاشرتی، معیشی اور متفرق دوسرے مسائل پر بھی حقِ تحقیق ادا کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ان کی تازہ ترین تالیف ہے۔ جسے حقیقی معنوں میں ایک معرکۃ الاراء علمی کاوش اور اپنے موضوع پر منفرد شاہکار کتاب کہا جا سکتا ہے۔ فاضل مولف نے اس کی تالیف میں بڑی ریاضت، عرق ریزی اور تحقیق کی ہے جس کے لیے وہ بجا طور پر ہدیۂ تحسین و ستائش کے مستحق ہیں۔

قرآن کریم میں سینکڑوں مترادف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی الفاظ کے بارے میں فاضل مولف نے تحقیق کر کے شرح و بسط اور مستند کتبِ لغت کے حوالہ جات کے ساتھ بتلایا ہے کہ ان الفاظ کا ذیلی فرق کیا ہے؟ اور وہ مختلف مقامات پر کن معنوں اور مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قرآنی مترادفات کی نہایت دلچسپ علمی اور ادبی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کتاب کے پیش لفظ کے آخر میں فاضل مولف نے قارئین سے مخاطب ہو کر اس خیال کا اظہار کیا ہے۔

"اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو عربی زبان کی وسعت کا علم ہو گا وہاں آپ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت سے بھی محظوظ ہو سکیں گے۔ فصاحت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے موزوں ترین لفظ کون سا ہو سکتا ہے۔ اور بلاغت یہ ہے کہ اپنا مافی الضمیر پورے کا پورا مختصر اور جامع الفاظ میں مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور اس میں کوئی بات مبہم نہ رہ جائے۔ مترادف الفاظ کا فرق ذہن نشین کرنے کے بعد آپ خود بھی یوں محسوس کرنے لگیں گے کہ قرآن کریم کے نئے معانی و مفہوم آپ کے ذہن میں اُتر رہے ہیں اور آپ اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

ہم فاضل مولف کے اس خیال کی پوری تائید کرتے ہیں "مترادف القرآن" بلا شبہ اپنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھیلاؤ میں کوئی ترتیب اور تناسب نہ ہو تو یہ اَحمت ہے۔

۳۔ اُبھارنا۔ برانگیختہ کرنا

کے لیے حَرَّضَ، حَضَّ، حَثَّ، أَزَّ اور جَرَمَ کے الفاظ آئے ہیں ؛

۱۔ حَرِضَ ، کے معنی سخت بیمار رہنا۔ لاغر ہونا اور قریب بہ ہلاکت ہونا ہے (م۔ل، م ق) قرآن میں ہے :

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ ۔ (۱۲/۸۵)
(یعقوبؑ کے) بیٹے اپنے باپ سے) کہنے لگے کہ واللہ اگر آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہیں گے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

اور حَرَّضَ کے معنی ترغیب دے کر ایسی ہلاکت اور تباہی سے بچانا ہے (م ل) یعنی کسی ایسے کام پر ابھارنا، یا اشتیاق پیدا کرنا کہ اگر وہ نہ کیا جائے تو ہلاکت و تباہی کا موجب ہو۔ قرآن میں ہے :

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۔ (۸/۶۵)
اے نبیؐ! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے۔

۲۔ حَضَّ }
۳۔ حَثَّ } کسی کو کسی کام پر ابھار کر کام کی رفتار تیز کرنا۔ اچھے کام کی ترغیب دینا۔ اصل میں حَضَّ اور حَثَّ دونوں الفاظ ابھارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ حَثَّ کا لفظ صرف کسی سواری وغیرہ) کو چلانے اور ہانکنے کے لیے آتا ہے اور باقی سب کاموں میں حَضَّ کا استعمال ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے :

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۔ (۷/۵۴)
وُہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ کہ وُہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔

اور حَضَّ دوسری باتوں پر ابھارنے یا ترغیب دینے کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں ہے ؛

اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۔ (۱۰۷/۱-۳)
بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لیے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔

۴۔ اَزَّ ، کسی کو یوں برانگیختہ کرنا کہ اسے احساس بھی نہ ہو۔ کسی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دینا (م ل) اَزِیز ہانڈی کے جوش کی آواز کو بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال عموماً بُرے مفہوم میں ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے ؛

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (۱۹/۸۳)
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وُہ اُن کو برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔

۵۔ جَرْمٌ ، جَرَمَ (مصدر) گناہ اور قصور کو کہتے ہیں اور جب یہ فعل ہو تو اس کے معنی کسی کو بُرے جانکاہ کام پر اکسانا اور برانگیختہ کرنا[1]۔ قرآن میں ہے ؛

---

[1] لغت اس معنی کی تائید نہیں کرتی لیکن تراجم مثلاً جالندھریؒ، عثمانیؒ اور تفہیم القرآن سب ہمارے بیان کردہ معنی کی تائید کرتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے آتا ہے جس کا کرنا کرنے والے کے لیے باعث ننگ و عار ہو۔ ارشادِ باری ہے؛

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ (۱۷/۱۸)
پھر اس کے لیے ہم نے جہنم ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے۔ جس میں وہ نفرین سن کر اور راندہ خدا ہو کر داخل ہوگا۔

۲۔ عَتَبَ، بمعنی سرزنش کرنا، خفگی کرنا۔ (یہ لفظ لغت اضداد سے ہے۔) عاتب کے معنی ملامت کرنا اور غصہ کرنا بھی ہے اور ناز سے خطاب کرنا بھی۔ اور اَعْتَبَ کے معنی سبب ناراضگی کو دور کرنا اور اِسْتَعْتَبَ کسی کو راضی کر لینا اور روٹھے ہوئے کو منا لینا (منجد) گویا عتاب ایسی میٹھی میٹھی سرزنش اور ملامت کو کہتے ہیں جس کا مقصد بالآخر رضامند ہونا اور من جانا ہو۔ اور عتاب کا استعمال دوستی اور ہمدردی کے تعلقات ضائع کرنے پر ہوتا ہے (فق ل ۳۹) ارشاد باری ہے۔

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ (۴۱/۲۴)
اگر وہ منانا چاہیں تو ان سے رضامندی نہ ہوگی۔

۳۔ لَامَ، بمعنی کسی کام کو برا سمجھ کر اس کے کرنے والے کو برا بھلا کہنا (مف) خواہ یہ فعل بذات خود برا نہ ہو اور بمعنی انسان کے کسی فعل کے نتیجہ پر اسے تنبیہ کرنا (فق ل ۳۹) ارشاد باری ہے؛

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (۵/۵۴)
اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

۴۔ سَبَّ، بمعنی مغلظات بکنا اور فحش گالیاں دینا (مف) اور سَبَّبَ بمعنی بہت زیادہ گالی دینا۔ (منجد) ارشاد باری ہے؛

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (۶/۱۰۹)
جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے یا پرستش کرتے ہیں انہیں گالی نہ دو۔ ورنہ وہ از راہ نادانی ضد میں آکر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔

۵۔ ثَرَّبَ، کسی کے برے فعل پر اسے سرزنش اور زجر و توبیخ یا ڈانٹ ڈپٹ کرنا (مف) قرآن میں ہے؛

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (۱۲/۹۲)
(حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا) آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ بھی تمہیں معاف کرے۔

ماحصل: (۱) ذَمَّ: عیب گیری کر کے کسی کی بے عزتی کرنا۔

(۲) عَتَبَ: ناراضگی دور کرنے کے لیے میٹھے انداز میں خفگی کا اظہار کرنا۔

(۳) لَامَ: کسی کو اس کے کسی فعل پر برا بھلا کہنا۔ اس کے کام کے نتیجہ پر تنبیہ کرنا۔

(۴) سَبَّ: فحش مغلظات بکنا۔

(۵) ثَرَّبَ: ملامت کے علاوہ ڈانٹ ڈپٹ بھی کرنا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۔ (۱۸/۶۴) — پھر الٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے (عثمانیؒ)

دوسرے مقام پر ہے:

(۲) وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۲/۲۱۷) — اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر کافر ہو جائے گا۔ اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے۔

۹۔ اَدْبَرَ: دُبُر (ج اَدْبَار) بمعنی پشت۔ مقعد (ضد قبل) اور دَبَرَ فُلَانٌ بمعنی فلاں شخص نے پلیٹھ پھیری (مف) اور اَدْبَرَ بمعنی پلیٹھ پھیر کر چلے جانا۔ ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ۔ (۷۴/۲۱-۲۳) — پھر تأمل کیا، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا پھر پلیٹھ پھیر کر چلا اور تکبر کیا۔

سنیز "لوٹنا" بھی ملاحظہ فرمایئے!

ماحصل: (۱) دَارَ: گھومنا چکر کاٹنا۔ گولائی میں پھرنا

(۲) طَافَ: کسی چیز کے چاروں طرف پھرنا۔

(۳) حَارَ: گھوم پھر کر اصل مقام پر آنا۔

(۴) تقلب وانقلب: ایک حالت سے اس کے مخالف حالت میں مکمل تبدیلی۔

(۵) نَكَصَ عَلٰى عقبه: اچھے کاموں سے بری طرف پھرنا۔

(۶) انصرف: رخ موڑ دینا۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی۔ تھوڑی ہو یا زیادہ۔

(۷) وَلّٰى اور تَوَلّٰى (عن) پھرنا۔ اعراض کرنا اور دور ہو جانا۔

(۸) اِرْتَدَّ: کسی بات کو ناقابلِ قبول سمجھتے ہوئے پھرنا۔

(۹) اَدْبَرَ: پلیٹھ دے کر پھر جانا۔ اعراض کرنا۔

۳۵ ــــــ پھیرنا

کے لیے اَقْلَبَ[1] اور قَلَّبَ، صَرَفَ[2]، وَلّٰى[3]، رَدَّ[4]، لفت[5] اور اَفَكَ[6] کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ اَقْلَبَ ۔ قَلَّبَ: قلب ایک حالت سے دوسری حالت میں مکمل تبدیلی کو کہتے ہیں۔ اور یہ افعال قلب سے متعدی ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

(۱) يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ (۲۹/۲۱) — دکھ دے گا جس کو چاہے اور رحم کرے جس پر چاہے۔ اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ (عثمانیؒ)

(۲) وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (۱۸/۱۸) — اور ہم ان کو دائیں طرف اور بائیں طرف کروٹ بدلواتے رہے۔

۲۔ صَرَفَ: موڑ دینا کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ (۷/۴۷) — اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف (عثمانیؒ)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چ

۱۔ چابی (کُنجی)

کے لیے مَقَالِید اور مَفَاتِح کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ مقالید: قَلَدَ بمعنی لوہے کو تپلا کرنا اور کسی چیز پر موڑنا یا موڑ کر گچھا بنانا۔ اور قلاد یا اقلید تانبے یا پیتل کے اس تار کو کہتے ہیں جس کو ہار میں استعمال کیا جائے۔ اور قلادہ گلے کے ہار کو کہتے ہیں۔ مِقلَد اس لوہے کی چابی کو کہتے ہیں جو تالے میں موڑ کر تالا کھولا جاتا ہے۔ اس کی جمع مَقَالِد اور جمع الجمع مقالید آتی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

لَهٗ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (۱۲/۴۲) — آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

۲۔ مَفَاتِح: فَتَحَ کے معنی کھولنا یا کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی دور کرنا (مف) اور یہ لفظ دروازہ کھولنے، تالا کھولنے، پانی بہنے کے لیے راستہ کھولنے، کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے اور کسی ملک کو فتح کرنے سب معنوں میں آتا ہے۔ مِفْتَحٌ (ج مَفَاتِح) کے معنی چابی بھی ہے اور پانی کی نالی بھی۔ (منجد) اور مِفْتَاح کی جمع مَفَاتِح پھر اس کی جمع مفاتیح ہے (منجد) اور یہ لفظ قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوا۔ گویا مفاتح کا لفظ مقالید سے زیادہ ابلغ ہے جو ہر قسم کی بندش اور رکاوٹ کو دور کرنے اور کھولنے کے معنوں میں آتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (۶/۵۹) — اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲۔ چادر

کے لیے خُمُر اور جَلَابِيب کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ خُمُر: واحد خِمَار بمعنی اوڑھنی۔ دوپٹہ۔ پردہ (منجد) خِمَار وہ چھوٹی چادر یا دوپٹہ جس سے چہرہ کا پردہ کیا جا سکے۔ اور پہلوؤں کو نیز سینہ کو ڈھانپا جا سکے۔ ارشادِ باری ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(م-ق) ارشادِ باری ہے؛

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔ (۴۳/۳۶) — اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کرلے ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں۔ جو اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔

۵- اَغْمَضَ عَيْنَهٗ: بمعنی کسی کا اپنی آنکھ بند کرنا۔ اور اَغْمَضَ عَنِ الشَّيْءِ بمعنی چشم پوشی کرنا۔ تجاوز کرنا (منجد) یعنی کسی بُری چیز کو دیکھنے یا جاننے کے باوجود دوسرے کو ایسا معلوم کرانا کہ جیسے اس کے متعلق کچھ خبر نہیں۔ ارشادِ باری ہے؛

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (۲/۲۶۷) — اور بُری اور ناپاک چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا قصد نہ کرو۔ اور تم خود ایسی چیز قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوگے۔ الّا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔

۶- زَاغَ: بمعنی راہِ حق سے انحراف کرنا۔ اور زَاغَ الْبَصَرُ بمعنی نظر کا تھک جانا (منجد) اور امام راغب کے نزدیک نگاہ نے غلطی کی اور ایک طرف ہٹ گئی۔ ارشادِ باری ہے؛

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (۵۳/۱۷) — (رسول اکرمؐ کی) نظر نہ تو ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔

۷- بَرِقَ: برق بمعنی چمکنے والی بجلی۔ اور بَرِقَ الْبَصَرُ بمعنی بجلی کی چمک یا کوندیا کسی تیز روشنی سے آنکھ کا چندھیا جانا۔ ارشادِ باری ہے؛

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ (۷۵/۷) — پس جب آنکھیں چندھیا جائیں۔

ماحصل: (۱) شَخَصَ: آنکھوں کا پتھرا جانا۔ (۵) اَغْمَضَ: چشم پوشی کر جانا۔

(۲) لَمَحَ: آنکھ کا جھپکنا۔ (۶) زَاغَ الْبَصَرُ: نظر کا تھک کر بہک جانا۔

(۳) هَطَعَ: ٹکٹکی باندھے سامنے دیکھنا۔ (۷) بَرِقَ: تیز روشنی سے آنکھوں کا چندھیا جانا۔

(۴) عَشَا: اندھرا آنا ہونا۔ رات کی نگاہ کمزور ہونا۔

۳۲—— دکھلانا

کے لیے قرآن کریم میں اَرٰی۔ اَدْرٰی۔ رِیَاء۔ بَصَّرَ اور تَبَرَّجَ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱- اَرٰی یُرِیْ (رَاٰی سے باب افعال) بمعنی دوسروں کو دکھلانا۔ یہ لفظ بھی مادی اور معنوی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) مادی لحاظ سے: اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (۴۶/۴) — مجھے دکھلاؤ تو، کہ (معبودانِ باطل نے) زمین میں کونسی چیز پیدا کی ہے۔

(۲) معنوی لحاظ سے: لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ — تاکہ تم خدا کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اِسْتَنْکَفَ: نَکِفَ بمعنی ناک بھوں چڑھانا۔ اور اِسْتَنْکَفَ بمعنی ازراہِ تکبر کسی چیز کو باعثِ ننگ و عار سمجھنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ (۴/۱۷۲) — مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ وہ خدا کے بندے ہوں۔

ماحصل: استحیاء محمود صفت ہے بمعنی ازراہ حیا کسی کا شرمانا۔ اور استنکف مذموم صفت ہے یعنی ازراہِ تکبّر جھجک محسوس کرنا اور شرمانا۔ عار سمجھنا۔

شرمندگی ——— دیکھیے ——— پچھتانا

۶ ——— شروع کرنا

کے لیے بَدَاَ اور طَفِقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱۔ بَدَاَ: دو معنوں میں آتا ہے (۱) کسی کام کا آغاز کرنا۔ افتتاح کرنا۔ ابتداء کرنا (م۔ل) (۲) کوئی کام پہلے کرنا۔ اور اگر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی پہلی بار پیدا کرنا ہوتے ہیں (ضد عود: بمعنی پھر وہی کام کرنا) قرآن میں ہے:

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ (۱۲/۷۶) — پھر یوسفؑ نے اپنے بھائی کے سامان سے پہلے دوسرے بھائیوں کا سامان دیکھنا شروع کیا۔

اس آیت میں بَدَاَ کے دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ ایک مفہوم تو یہ ہے کہ تلاشی کا کام دوسرے بھائیوں کے سامان سے اور دوسرے یہ کہ اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لے لی۔

نیز فرمایا:

اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ (۸۵/۱۳) — وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

۲۔ طَفِقَ: فعل ناقص ہے جو اپنے ساتھ دوسرا فعل چاہتا ہے (منجد) کلام مثبت میں استعمال ہوتا ہے (مف) بمعنی (کوئی کام) کرنے لگنا۔ شروع کرنا۔ قرآن میں ہے:

وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (۷/۲۱) — اور وہ دونوں (آدم وحوا) اپنے جسموں پر جنت کے پتے جوڑنے لگے۔

دوسرے مقام پر ہے:

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ (۳۸/۳۳) — تو سلیمانؑ نے ان (گھوڑوں) کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ (یا ہاتھ پھیرنے لگے)۔

ماحصل: بَدَاَ: کوئی کام پہلے کرنا یعنی اس کام کا آغاز کرنا۔ اور طَفِقَ فعل ناقص ہے یعنی اصل کام تو کوئی اور ہوتا ہے۔ یہ اس کے ساتھ مل کر اس فعل کے آغاز کا معنی دیتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بمعنی کمزوری (ج ضُعَفَاء اور ضِعَاف) قرآن میں ہے :

فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا (۲/۲۸۲) پھر اگر قرض لینے والا کم عقل یا کمزور ہو۔

۲- وَاهِيَة : وَهِيَ بمعنی کہنگی کی وجہ سے کمزور ہونا جیسے کپڑے کا بوسیدہ ہونا (فل ۲۹) اور وَهِيَ بمعنی کسی چیز کا ڈھیلا پڑ جانا۔ اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جانا (م-ل) اس لفظ کا استعمال بالعموم کپڑے اور رسی وغیرہ کیلیے ہوتا ہے (فل ۲۹) اور اَلْوَهْيُ بمعنی چمڑے میں سوراخ ہو جانا (م-ل) گویا کہنگی کی وجہ سے کسی چیز کے بوسیدہ ہونے، کمزور ہو کر پھٹ جانے کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ پنجابی لفظ "بُھگا" اس کا صحیح مفہوم ادا کرتا ہے۔ ارشادِ باری ہے :

وَانْشَقَّتِ السَّمَاۤءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (۶۹/۱۶) اور آسمان پھٹ جائے گا وُہ اس وقت کمزور ہو چکا ہو گا۔

۳- اَوْهَن : وَهَنَ بمعنی کمزور ہونا اس کا استعمال مادی طور پر ہو تو ہڈی یا سخت چیز کے کمزور ہونے کے لیے اور معنوی ہو تو معاملہ عمل کی کمزوری یا اخلاقی کمزوری کے لیے ہوتا ہے (فل ۲۹) (فق ل ۹۴) اور وَهَنَ بمعنی طاقت نہ رہنے کی وجہ سے کمزور اور سُست پڑنا (م-ل) ارشادِ باری ہے :

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ (۲۹/۴۱) بیشک تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔

نیز فرمایا :

وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَاۤءِ الْقَوْمِ (۴/۱۰۴) کافروں کا تعاقب کرنے میں سُستی نہ دکھاؤ۔

۴- اَذِلَّة : (واحد ذلیل- ضد عزیز) بمعنی زیر دست۔ عزت اور قدر و منزلت میں کم تر۔ معاشرہ میں ثانوی حیثیت رکھنے والے لوگ۔ ارشادِ باری ہے :

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (۳/۱۲۳) بیشک اللہ نے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے۔

ماحصل : (۱) ضَعِيْف : طاقت اور قوت میں کمتر۔

(۲) وَاهِي : بوسیدگی کی وجہ سے کمزور۔

(۳) وَهَن : طاقت میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے کمزور اور سُست ہونا۔

(۴) اَذِلَّة : زیر دست اور بے سرو سامان لوگ۔

کمزور کرنا : بنانا اور رکھنا کے لیے اِسْتَضْعَفَ اور سُست اور کمزور کرنے کے لیے اَوْهَنَ کے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے فرمایا :

اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ (۸/۱۸) بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا (۴۸/۱۱) — جو گنوار پیچھے رہ گئے وہ اب تم سے کہیں گے کہ ہم اپنے اموال اور اہل و عیال کے کاموں میں لگے رہ گئے۔

۲- خاض: بمعنی گھسنا اور کسی چیز کے درمیان تک داخل ہونا (م-ل) خاض فی الماء بمعنی پانی میں گھس جانا اور خاض فی الحدیث بمعنی باتوں میں مشغول ہونا (منجد) یعنی کسی کام یا بات میں پورے انہماک سے مشغول ہونا۔ قرآن میں اس لفظ کا استعمال عموماً برے مفہوم میں ہوا ہے۔ یعنی فضول باتوں یا فضول کاموں میں لگے رہنا۔ ارشادِ باری ہے:

وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (۹/۶۹) — اور جس طرح وہ (پہلے لوگ) باطل میں ڈوبے رہے تم بھی ڈوب گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (۶/۶۸) — جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو اُن سے الگ ہو جاؤ۔

۳- اَفَاضَ: فاض (فیض) بمعنی کسی چیز کا بسہولت جاری ہونا (م-ل) یا پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہنا (مف) کسی چیز کا کثرت سے ہونا (منجد) کہتے ہیں فاض السیل یعنی پانی کا کثرت سے ہونا اور ندی نالے کے کناروں سے بہ نکلنا۔ اور فَاضَتْ عَيْنُهُ بمعنی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور اَفَاضَ إِنَاءَهُ بمعنی اس نے اپنا برتن اتنا بھرا کہ پانی کناروں سے نیچے گرنے لگا۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ۔ (۲/۱۹۹) — پھر تم بھی وہاں سے واپس لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں۔

سے مراد ہجوم کے ریلے اور بہاؤ کے ساتھ ساتھ آنے کے ہیں۔ یعنی اسی ریلے کے بہاؤ میں تم بھی بہتے چلے آؤ۔ اور صاحب منجد کے نزدیک افاض القوم من مکان کے معنی متفرق و منتشر ہو جانا ہے (منجد) اور اَفَاضَ فِي الْحَدِيثِ بمعنی باتوں میں پورے انہماک سے دیر تک مشغول رہنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ (۱۰/۶۱) — اور تم جو کام بھی کر رہے ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں جب تم اس میں لگے ہوتے ہو۔

ابن الفارس کے نزدیک تُفِيضُونَ فِيهِ کے معنی اِنْدَفَعُوا فِيهِ ہے (م-ل) یعنی تم اس قدر محو ہوتے ہو کہ اور سب کچھ بھول جاتے ہو۔

۴- سَبَحَ: بمعنی تیرنا یا پیرنا۔ اور امام راغب کے مطابق کسی چیز کا پانی یا ہوا میں تیزی سے گزر جانا یا تیرتے ہوئے گزر جانا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پشتوں سے بھی مدت کا تعین بہت مشکل ہے کیونکہ ابتدائے انسان کی عمر بہت زیادہ تھی جو بتدریج کم ہوتی رہی۔ مثلاً آدمؑ کی عمر ۹۳۰ سال، آپؑ کے بیٹے شیث کی عمر ۹۰۵، اس کے بیٹے قینان کی عمر ۹۱۰ سال۔ اور یہ سلسلہ نوحؑ تک ایسے ہی چلتا ہے۔ گو حضرت ادریسؑ کی عمر ۳۶۵ سال بتلاتے ہیں مگر ان کے باپ یاردی کی عمر ۹۶۲ سال اور بیٹے متوشالخ کی ۹۶۹ سال تھی اور نوحؑ کی عمر کم از کم ۹۵۰ سال قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ گویا تقریباً ۵ ہزار سال بعد عمروں میں کمی واقع ہونا شروع ہوئی۔ تا آنکہ صرف ایک ہزار سال بعد حضرت ابراہیم کے باپ آذر کی عمر ۲۰۵ سال، حضرت ابراہیمؑ کی اپنی عمر ۱۷۵ سال اور حضرت اسماعیل کی ۱۳۷ سال ہے۔ پھر مزید ڈھائی ہزار سال بعد امتِ محمدیہ کی اوسطاً طبعی عمر رسولِ اکرمؐ نے ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان بتلائی ہے۔ اور آپؐ کی اپنی عمر بھی ۶۳ سال تھی۔

اب ہم اُن انبیاء و رسل کے دوسرے کوائف مختصراً ایک نقشہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

نمبر	اسمائے انبیاء و رسل ترتیب زمانی	عمر	آدم سے پشت اور زمانہ کا تعلق	علاقہ اور مختصر کوائف
۱	آدمؑ	۹۳۰	کم از کم ۸ ہزار سال ق-م	ابو البشر جنھیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا۔ پھر ان سے امّ البشر حوّا کو پیدا کر کے جنت میں بسایا۔ مسجودِ ملائک ہیں۔ ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو راندہ درگاہ ہوا۔ جوشِ انتقام میں آدم کو عصیان میں مبتلا کر کے جنت سے نکلوا دیا۔ آپ زمین پر اترے، حدیث سے مقامِ عرفات پر آپ کا نزول ثابت ہے۔ یہیں سے نسلِ انسانی بڑھی اور پھیلی۔
۲	ادریسؑ	۳۶۵	۷	بابل میں مبعوث ہوئے۔ آپ کی قوم ستارہ پرست اور مظاہر پرست تھی۔ علم ہندسہ اور حساب۔ نجوم میں ماہر تھے۔ بلند پایہ خطیب تھے۔ ہرمس الہرامسہ کا خطاب پایا۔ لوگوں نے مخالفت کی تو ہجرت کر کے مصر چلے آئے۔ جہاں بہت سے لوگ آپ پر ایمان لائے۔
۳	نوحؑ	۱۰۰۰	۱۰ / ۳۱۰۲ ق-م	عراق میں دریائے دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز تھا۔ آپ کی قوم بُت پرست تھی جو بہت ضدی اور ہٹ دھرم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے نتیجہ میں صرف چالیس آدمی ایمان لائے، تو آپ نے دل برداشتہ ہو کر ان کے لیے بددُعا کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ایک کشتی تیار کی۔ اہل ایمان اس میں سوار ہوئے اور جانوروں کے جوڑے بھی کشتی میں رکھ لیے گئے۔ تو اللہ نے ایسا خطرناک طوفان بھیجا جس نے باقی سب لوگوں کو غرق کر دیا۔ طوفان کے بعد آپ ۲۵۰ سال زندہ رہے۔
۴	ہودؑ		قریباً ڈھائی ہزار ق-م	قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے، جن کا وطن احقاف تھا جو حضرموت کے شمال میں واقع ہے۔ یہ قوم بڑی قد آور، مضبوط اور بڑی سرکش تھی۔ زمین دوز شہر بسا رکھے تھے اور بُت پرستی میں مشغول تھے۔ حضرت ہودؑ نے انھیں تبلیغ کی تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی چیلنج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت ٹھنڈی آندھی کا عذاب بھیجا جو مسلسل سات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو لَمْ میں نہیں ہوتا۔ ماضی منفی استفہامیہ بنانے کے لیے لَمْ سے پہلے ہمزہ استفہامیہ آئے گا۔ ارشاد باری ہے:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (۹۳/۶) کیا اللہ نے آپؐ کو یتیم نہ پایا؟ پھر جگہ دی (کیا یتیم پاکر جگہ نہیں دی؟)

۴۔ لَنْ: مضارع پر داخل ہو کر اسے منفی مستقبل مؤکد بنا دیتا ہے۔ یعنی تین تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔ (۱) مضارع کو مستقبل کے ساتھ مختص کر دیتا ہے (۲) منفی بناتا ہے اور (۳) یہ منفی تاکیدًا ہوتی ہے۔ جیسے لَنْ يَّضْرِبَ بمعنی "وہ ہرگز نہ مارے گا" قرآن میں ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (۲/۵۵) اور (اے بنی اسرائیل) جب تم نے موسیٰؑ سے کہا اے موسیٰؑ! ہم جب تک اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

www.KitaboSunnat.com

۵۔ لَوْ (بمعنی اگر) ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی شرطیہ بنا دیتا ہے اور اس کی جزا پر لَ (لام مفتوحہ) بمعنی "تو" آتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ (۲/۱۰۳) اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو خدا کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔

۶۔ اِنْ (بمعنی اگر) مضارع پر داخل اسے شرطیہ بناتا اور مستقبل سے مختص کر دیتا ہے۔ اس کی جزا پر بھی لَ (لام مفتوحہ) داخل ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ (۳۶/۱۸) وہ کہنے لگے، اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔

۷۔ لَيْتَ (بمعنی کاش) ماضی پر داخل ہو کر اسے ماضی تمنائی بنا دیتا ہے۔ اور بہت کا استعمال ایسی بات پر ہوتا ہے جو ناممکن یا کم از کم مشکل ضرور ہو۔ قرآن میں ہے:

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (۷۸/۴۰) اور کافر (قیامت کے دن) کہے گا، اے کاش میں مٹی ہوتا!

ماضی تمنائی کے لیے لیت کی طرح لَو بھی مضارع پر داخل ہو کر اسے ماضی تمنائی میں بدل دیتا ہے۔ لَیت اور لَو میں فرق یہ ہے کہ لَیت عموماً ناممکن معاملہ کے لیے آتا ہے جبکہ لَو کسی ممکن امر کے لیے آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (۲/۱۰۳) کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔

۸۔ اِذَا، بمعنی جب مستقبل کے لیے ظرف زمان ہے۔ فعل ماضی پر داخل ہو کر اسے مضارع میں بدل دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا (۲/۱۳) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ۔

اور دوسرے مقام پر ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴/۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ